تفسير احمد



سوره «النكاثر» كا تفسير و ترجمه

تصنيف: امين الدين «سعيدي - سعيد افغانى»



بسمر الله الرحن الرحيم

سورة التكاثر

جزء (30)

سورة التكاثر مكم ميں نازل ہوئى ہے

وجہ تسمیہ

سورہ: تکاثر: اس لیے نام رکھا گیا کہ ہمارے عظیم پروردگار نے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے: "اَلُهٰکُمُ التَّکَاثُرُ": کثرت مال و اولاد اور یاروں ، خدمت گاروں پر فخر نے تمہیں غافل کردیا، تو ہم کہیں گے اس سورۃ کا نام اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے " اَلُهٰکُمُ التَّکَاثُرُ" یہ سورت: تکا ثر: کے نام سےمشہور ہوئی، اس سورت کا آغاز ملامت اور سرزنش سے ہوتا ہے ، اس میں بہت سی آیات دنیا میں مصروف لوگوں کی تنبیہ کے لیے ہیں۔

آیات دنیا میں مصروف لوگوں کی تنبیہ کے لیے ہیں۔ سورة التکاثر کے سورہ القارعہ سے ربط و مناست

سورہ قارعہ میں قیامت کے دن کی بعض سختیوں اور نیکیوں کے مکافات اور بد کاروں کے عذاب کے بارے میں بتایا گیا ہے، اور تکاثر میں جہنمیوں کے عذاب میں گرفتاری کی حالت زار کی وجہ بیان کی گئی ہے، کہ دنیوی مال و دولت، اولاد ، لشکر ، نوکروں اور ہمنشینوں سے لگاؤ اور محبت ، اور گناہوں میں آلودہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالی کے دین سے غافل ہوگئے۔

سورة التكاثر كي آيات ، الفاظ اور حروف كي تعداد

سورہ تکاثر سورہ کوثر کے بعد نازل ہوئی ہے، اس سورت کا ایک (1) رکوع ، آٹھ (8) آیتیں ، اڑسٹھ (68) الفاظ، ایک سو تییس (123) حروف اور انہتر (69) نقطے ہیں ۔

(قرآن کی سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورۃ الطور ملاحظہ کریں)۔

سورة التكاثر كے \overline{i} كا وقت

ابو حیان اور شوکانی فرماتے ہیں یہ سورہ تمام مفسرین کے نزدیک مکی ہے، اما م سیوطی نے بھی کہا ہے کہ مشہور ترین قول یہی ہے کہ یہ سورت مکی ہے، لیکن بعض ایسی روایات بھی ہیں جن کی بنا پر اس سورت کو مدنی کہا گیا ہے وہ روایتیں یہ ہیں ؛ ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت نقل کی ہے کہ یہ سورت دو قبیلوں بنی حارثہ اور بنی الحارث الحر انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یہ دونوں قبیلے پہلے اپنے زندہ لوگوں کو گن کر

ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے ، پھر قبرستانِ میں جاکر اپنے مردوں کو شمار کرکے ایک دوسرے پر فخر اور ناز کرنے لگے، اس کے بعد الله تعالی کا يم ارشاد نازل بوا، "أله كُمُ التَّكَاثُر" ليكن اكر صحابه اور تابعين كا طريقه كار اس کے شان نزول کے بیان کے بارے میں دیکھا جائے تو شاید کہ یہ سوره "تكاثر" اس وقت نازل بوئي بو ، بلكم اس مفهوم كااس پر بهي اطلاق بوتا ہے جو ان دو قبیلوں نے کیا تھا۔

امام بخاری اور ابن جریر نے ابی بن کعب کی اس روایت کو نقل کیا ہے کہ ہم بنی آدم کے اس فرمان کو کہ " لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی وادیا ثالثا ولا پملأ جوف ابن آدم إلا التراب" ترجمہ: " اگر اولاد آدم کے پاس مال و دولت سے بھری دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی کو تلاش کر ہے گا ، اور بنی آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کچھ نہیں بھر سکتا" ، ہم اسے قرآن سمجھتے تھے کہ " اَلٰهٰ کُمُ التَّكَاثُر" نازل ہوئی، اس روایت کو اس کے مدنی ہونے کی دلیل اس لیے قرار دیتے ہیں کہ ابی بن کعب مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے، لیکن ابی کے اس بیان سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ صحابہ کرام کسی معنی کے بنیاد پر اسے قرآن سے سمجھتے تھے ، اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ اس روایت کو قرآن کی آیت سمجھتے تھے تو یہ بات قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ صحابہ کرام کی اکثریت ایسی تھی وہ کہ قرآن کریم کے ایک ایک حرف اور لفظ سے واقف تھے، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہوجائیں کہ یہ حدیث قرآن سے مأخوذ ہے تو اس روایت کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مدینہ میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا ، انہو ں نے پہلی بار یہ سورہ آپ می زبان مبارک سے سنی، ان کا خیال تھا کہ یہ نئی نازل شدہ سورت ہے، اور پھر انہوں نے گمآن کیا کہ رسول الله یکی مذکورہ بالا حدیث اس سورہ سے لی گئی ہے ـ ابن جریر ، ترمذی، ابن المنذر اور دوسرے محدثین اس قول کو علی بن ابی طالبؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ہم عذاب قبر کے بارے میں شک اور تردید میں تھے کہ "اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُر" نازل ہوئی ، اس روایت کو اس سورت کے مدنی ہونے کی دلیل اس لیے کہتے ہیں کہ عذاب قبر کے بارے میں مدینہ میں بات ک گئی تھی، مکہ میں اس کا ذکر نہیں ہوا تھا، لیکن یہ مطلب غلط ہے، مکی سورتوں میں بہت سارے مقامات پر اتنی صراحت کے ساتھ عذاب پر بات کی گئی ہے کہ جس میں شک و تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی، مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: سورہ انعام آیت 93 ، سورہ نحل، آیت28، سورہ مؤمنون آیات: 99-100، غافر آیات: 45-46، یہ تمام سورتیں مکی ہیں، اس لحاظ سے اگر



حضرت علیؓ کی روایت سے صرف یہ ثابت ہوجاتاہے کہ سورہ: تکاثر: مذکورہ مکی سورتوں سے پہلے نازل ہوئی ہے، اور اس کے نزول نے صحابہ کرامؓ میں عذاب قبر کے بارے میں شک و تردد کا خاتمہ کردیا تھا۔ ان سب روایا ت کے باجود مفسرین کی بڑی اکثریت اس کے مکی ہونے پر متفق ہے، ہمارے نزدیک یہ سورہ نہ صرف مکی ہے، بلکہ اس کی مفہوم اور لحن بیان ایسا ہے کہ گویا یہ سورہ مکی دور کی ابتدائی نازل ہونے والی سورتوں میں سے ایک ہے، (از تفہیم القرآن)

سوره تكاثر كالمحور

سورہ تکاثر کا موضوع دنیا پرستی اور دنیا پرستوں کا برا انجام ہے، اور یہ انسانوں کا زیادہ طلب کرنا اور مانگنا موت کے لمحے تک جاری رہتا ہے ، سورت کا نام تکاثر باب تفاعل سے ہے ، زیادہ طلب کرنے کا معنی دیتا ہے کثرت سے مانگنا اور ضرورت سے زیادہ مانگنا ، کیونکہ تکاثر ، کثرت کے مادہ سے آلیا گیا ہے ، اور کثرت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے ، پہلا معنی یہ ہے کہ انسان کی تخلیق ایسی کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ کمانے اور مال و دولت میں اضافہ کے لیے کوشش کرتا ہے، چونکہ باب تفاعل سے ہے اس لیے کسی کام کے کرنے میں دو یا چند آفراد کی شراکت کا معنی دیتا ہے ، تیسر آ معنی فخر کرنا ہے کہ اس کی رو سے مال و دولت کثرت سے حاصل ہونے میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں، خاص کر اشرافیہ کے خاندان اور خصوصا خواتین، قرآن کی یہ تعبیر سورہ حدید کی آیت" 20"، میں دلچسپ انداز میں بیان ہوئی ہے، جہاں ارشاد ہے"اِعْلَمُوۤا آمَّا الْکَیٰوةُ اللّٰنیالَعِبُوَّا لَهُوْوَّزِیْنَةُ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْآوُلَا فِ ٥٠ كَمَقَلِ غَيْثٍ آعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرْبَهُ مُصْفَرًّا ثُمَّر يَكُونُ حُطَامًا ٠٠ وَفِي الْأَخِرَةِ عَنَا ابْشَدِينًا ٠٠ وَّمَغُفِرَةٌ قِنَ اللهِ وَرِضُوَانٌ ٠٠ وَمَا الْحَيْوةُ النُّانُيَ ٓ إِلَّا مَتَاعُ الُغُرُوْرِ٠٠)، ترجمہ: "جان ركھو كہ دنيا كى زندگى محض كھيل اور تماشا اور زینت (وآرایش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستایش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے، پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر(اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتاہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہوجاتی ہے، اور آخرت میں (کافروں کے لیے) عذاب شدید اور (مؤمنوں کیلئے) خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے "۔

سوره تكاثر كى فضيلت

جناب رسول الله نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم میں کوئی

ہے جو دن میں ایک ہزار آیت قرآن کریم کی تلاوت کرے ، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کوئی یہ کرسکتا ہے کہ ہر روز ایک ہزار آیات پڑھ لے، آپ نے فرمایا : کیا تم میں سے کوئی سورہ "اَلُه کُمُ التَّکَاثُر " نہیں پڑھ سکتا؟ مطلب یہ ہے کہ سورہ "التکاثر" کا ہر روز پڑھنا ایک ہزار آیت پڑھنے کے برابر ہے ، (مظہری بحوالہ حاکم اور بیہقی عن ابن عمر)

سورت کے بارے میں مختصر وضاحت الله تعالى اپنے كرم اور مہربانى سے انسان كو اپنى بندگى كى طرف دعوت دينے کی ابتدا اسے خواب عفلت سے جگانے سے کرتا ہے، اور اس سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے کہ : اے انسان! ایسا ہرگز مت سوچنا کہ موجودہ حالت اور اس دنیا کی زندگی جس کے تم عادی ہو گئے ہو ہمیشہ کے لیے باقی رہے گی، اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اے انسان! جان لو کہ اچانک ایک ایسی تبدیلی آئے گی کہ مکمل دنیا کو نا بود کردے گی، یہ بات قابل ذکر ہے کہ انسان کو جس چیز کی عادت پڑجاتی ہے تو وہ یہ تصور کرتا ہے کہ اس سے کبھی آلگ نہیں ہوگا، اور وہ چیز کبھی ختم نہیں ہوگی ، وہ انسان جو اپنے مال و دولت ، نعمت اور اسباب و وسائل پرخوش ہو جاتا ہے ، اور ان کا عادی ہوجاتاہے، تو وہ رفتہ رفتہ یہ بھول جاتا ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ہر چیز جو اس کے پاس ہے سب کے سب فنا ہو کر ختم ہوجائے گی۔ یہاں اسے خواب غفلت سے بیدار ہونا چائیے اور ہوش میں آنا چاہیے کہ یہ تصور اور خیال درست نہیں ہے ، یہ حالت اور زندگی ایک دن ختم ہوگی، یہ دنیا ایک دم بدل جائے گی، ایک آور حالت اور دوسری دنیا وجود میں آئے گی کہ اس دنیا سے مشابہ بالکل بھی نہیں ہوگی، اس معاملے میں قرآن کریم کی بہت سی آیات آس تبدیلی اور تغیر کی طرف اشاره کرتی ہیں ، ایسی حالت کہ اس میں انسان مرنے کے بعد زندہ ہو گا، اور دوسری حالت کے وجود میں آنے کے بعد اللہ تعالی کی عدالت میں حاضر ہوگا تا کہ اس پر مقدمہ چلا یا جائے ۔ مثال کے طور پر سورہ " تکاثر " میں ان لوگوں کو مخاطب کیاگیاہے، جو قیامت کے دن اور اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے غافل رہتے ہیں، اور بھول جاتے ہیں کہ یہ نعمتیں اللہ کی پہچان اور اس کے راستے کے انتخاب کا وسیلہ ہیں ، اور یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ جس دن رب تعالى كے حضور میں حاضر كيے جائیں گے، اور ان سے پو چھا جائے گا کہ: اللہ تعالٰی کی نعمتوں اور وسائل سے کیسے استفادہ کیا ؟: ان سے اس طرح خطاب کرکے فرما تا ہے "اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُانَ حَتَّى زُرْتُمُ الْبَقَابِرَ" اے عقلمند انسانو! اے وہ لوگو! جو دنیا کا مقام و مرتبہ حاصل کرنے میں مشغول اور سرگرم عمل ہو، اور اس راستے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہو، اور

اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بھول گئے ہو ، کیا تم نہیں جانتے ، یا تم بھول گئے ہو کہ جس کے پاس جتنی نعمتیں اور مال و اسباب زیادہ ہوں اس پر ذمہ داری بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی ؟ مقام و مرتبہ اور دولت و ثروت کے پیچھے ایسے لگے ہو کہ تمہاری جو اصل ذمہ داری ہے اور جو انجام تمہارے انتظار میں ہے اس سے غافل ہوگئے ہو، اور اسی طرح تم اس حالت میں ہو کہ موت تمہیں پکڑلے، تم لوگ ہوش میں نہیں آتے اور خواب سے جاگتے نہیں ہو، یہاں تک کہ تم اپنی قبروں کو دیکھو گے (یعنی موت آئے اور ابدی جہاں میں پہنچ جاؤ)

اے غافل انسانو! اے وہ لوگو کہ تمہاری ساری سوچ اور فکر زیادہ مال و دلت جمع کرنا اور بلند مقام و مرتبہ حاصل کرنا ہے، کیوں تم اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو بھول گئے ہو، اس طرح کی زندگی گزار رہے ہو، اس وقت تک ہوش میں نہیں آؤگے جب تک ابدی جگہ نہ پہنچو، اے غافل انسانو! " گَلَّا سَوْفَ

تَعْلَمُوْنَ ٣۞ ثُمَّرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ١٣۞ الله تعالى اس خطاب سے ان كى سرزنش اور ملامت کرتا ہے اور فرماتا ہے: نہیں ، نہیں ایسا کام نہ کرو ، بس کرو، یہ کام نہ کرو، غفلت بہت ہوگئی اب بس کرو، خودکو مال کے جمع کرنے میں مشغول نم رکھو، اور تمہاری کوشش اور تحرک مال و دولت اور مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے مقابلہ کے لیے نہ ہو، کیونکہ زیادہ دیر نہیں ہوگی کہ حقیقت جان جاؤ گے، اور ضرور جان لو گے کہ کیا خبر ہے اور کیا ہوگا۔ "کلا" نہیں، نہیں، خواب غفلت سے بیدار ہوجاؤ اور اس مقابلہ سے ہاتھ کھینچ لو، "لَوْتَعُلَّمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ٥٥" اكر تم جان ليتے كم كيا انجام آگے آنے والا ہے، تو کبھی یہ کام نہ کرتے، کیوں غافل ہو؟ کیوں یہ نہیں سوچتے ہو کہ ایک دن آئے گا کہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا ، کیوں ہوش میں نہیں آتے اور ہمیشہ دنیا کا مال جمع کرنے کی فکر میں ہو، لَتَرَوُنَ الْجَحِيْمُرُ ١٠ الله كى قسم اس جلانے والى شعلوں والى ، آگ كو ضرور ديكھوگے ، پہلے تو اسے دور سے دیکھوگے ، اس کے بعد: ثُمَّر لَتَرَوُمُّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ ان سے اتنے قریب ہو جاؤ گے کہ ایک طرح سے اس کا مشاہدہ کرو گے، کہ اس میں شک و تردد کی کوئی گنجائش بھی نہیں رہے گی ، یقینی آنکھ کے ساتھ اسے دیکھو گے، اور واضح طور پر جان لوگے کہ یہ آگ جہنم کی آگ ہے اور تم لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے ، کہ اس سے کوئی راہ نجات اور چارہ نہیں ہے، یہ جان لو کہ اس دن ان تمام نعمتوں کے بارے میں جو تمہیں





دی گئی ہیں پوچھا جائے گا، ثُمَّ لَتُسْئَلُنَ یَوْمَیِنِ عَنِ النَّعِیْمِ اس دن تم سے ان تمام نعمتوں اور سہولتوں کے بارے میں پوچھاجائےگا جو تم کو فراہم کی گئی ہیں: تم سے پوچھا جائے گا ، کہ تم نے ان نعمتوں کو کیسے استعمال کیا۔









بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورة التكاثر

ٱلْهِكُمُ التَّكَاثُرُا ۞ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ١٠ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ٥٠ لَتَرَوُنَّ الْجَعِيْمُ ١٠ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ٥٠ ثُمَّ لَتُسُلُنَّ يَوْمَبِنِ عَنِ النّعِيْمِ^٥

بِسَعِرِ اللَّهُ الرَّ مَنِ الرَّحِيمِ للهُ اللهُ الرَّالِ مَنِ الرَّحِيمِ اللهُ الرَّالِ مَنِ الرَّحِمِ و	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مهربان نهایت رحم والاهے
الله الما المالية المالية المالي الله والمالية المالية المالية المالية المالية المالية المالية المالية المالية	تمہیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کر دیا
	یہاں تک کہ تم نے قرستان جا دیکھے
كَلَّاسَوْفَ تَعْلَمُونَ ٥٠٠ مِنْ نَهِين،	ہر گز نہیں، تم عنقریب جان لو گے
ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعُلَّمُونَ ٥٠٠٥ پهر بر گز ن	پھر ہر گز نہیں، عنقریب جان لو گے
كَلَّالَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ٥٥ السروش ك	ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)
9	کہ یقینا تم ضرور جہنم کو دیکھو گے
تعر فاروم عین انیفِیقِ د	پھر یقینا تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے
ثُمَّ لَتُسَّلُنَّ يَوْمَبِنٍ عَنِ النَّعِيْمِ ٥٠٠ جاؤگے	تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤگے

محترم قارئين:

اس سورت کی آیات مبارکہ میں: دنیا کے مال و دولت پر فخر، اور انسان کے کردار سے متعلق سوال، جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی

_		<u>; </u>
	تمہیں ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے غافل کردیا	

یعنی: مال و اولاد زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے تمہیں خدا تعالی کی اطاعت، اور آخرت کے لیے عمل کرنے سے غافل کردیا ، اور اسیر بنا لیا





ہے، ابن عباس اور حسن بصری آیت: " اَلَهٰکُمُ التَّکَاثُرُ " کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ " تکاثر " کثرت سے مشتق ہے ، اور مال و دولت جمع کرنے کا معنی دیتا ہے، اور دوسری روایت میں ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسو ل الله نے " اَلَهٰکُمُ التَّکَاثُرُ " پڑھی اور فرمایا: اس سے مرادیہ ہے کہ کسی غلط طریقے سے مال کمایا جائے، اور الله تعالی کی طرف سے جو فرائض مال میں رکھے گئے ہیں انہیں ادا نہ کیا جائے، (تفسیر قرطبی)

" التكاثر" تفاخر ، اور دنياوي نعمتون كي فراواني پر فخر كرنا،

1 - دنیاوی معاملات میں لالچ اور زیادہ طلب کرنا اپنے لیے خرچ کیے بغیر ۔

2 - دو گروه یا دو افراد کا آپس میں مقابلہ اور ضد۔

3 - نسب، اور قبیلے پر زبان سے شیخی مارنا، تفاخر کرنا۔

رب تعالی کا یہ خطاب ان لوگوں کے لیے ہے جو دوسروں پر فخر کرنے اور شیخیاں مارنے کے لیے مال و دولت اور جائیدادیں کثرت کے ساتھ جمع کرنے میں مصروف ہیں ، ایسے کام انسان کو اللہ تعالی کی بندگی اور اطاعت سے روک دیتے ہیں، یہ لوگ اسی تکاثر و تفاخر میں مشغول ہوں گے کہ موت ان پر آجائے گی، ح الانکہ مقابلہ عمل صالح اور ایمان میں ہونا چاہیے، یہ مقابلہ آخرت کی ابدی نعمتوں کے لیے ہونا چاہیے، نہ کہ عارضی اور وقتی كاموں ميں، "الهاكم" لفظ " الهاكم" لَهُو سر ليا گيا ہر جو كم حقيقت ميں غفلت کا معنی دیتا ہے، لیکن عربی زبان میں اس لفظ کا اطلاق ہر اس مصروفیت کے لیے ہوتا ہے کہ انسان کی دلچسپی اس میں اتنی زیادہ ہو کہ وہ تمام تر وجود کے ساتھ اس میں منہمک ہوجائے اور دوسری اہم چیزوں سے غافل ہو جائے، جب لفظ "الهاكم" اس اصل سے استعمال ہو تو اس كا مطلب يہ ہے کہ تم پر کھو اس قدر قابض ہوگیا ہے کہ تم اس سے زیادہ اہم کاموں کے بارے میں نہیں سوچتے ، تم اس کی طرف متوجہ ہو کر ہمیشہ اس کے بار مسوچتے رہتے ہو، اصفھانی " لَهُوً " کے بارے میں لکھتے ہیں : " لَهُوً " وہ ہے جو انسان کو فائدے والے اہم کام سے مصروف رکھے، "الھا" مصروف اور مشغول کرنے کے معنی میں ہے، "التکاثر "تکاثر بھی کثرت سے ماخوذ ہے، اس کے تین معنی ہیں : ایک یہ ہے کہ آدمی بہت ذیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، دوسرا یہ کہ لوگ ایک دوسرے سے ذیادہ کمانے، جمع کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں، تیسرا یہ کہ لوگ اس بنا پر کہ دوسروں سے ذیادہ اور کثرت سے مال رکھتے ہیں فخر کرنے لگیں، شیخی مارنے





(c) ketabton.com: The Digital Library

لگے، تو پھر " اَلْه كُمُ التَّكَاثُرُ " كا معنى يہ ہے كہ اس تكاثر نے تمہيں اتنا زياده مشغول كرديا ہے كہ اس سے تمہارى دلچسپى اور لگاؤ نے اس سے ذياده اہم چيزوں سے تمہيں غافل كرديا ہے، (تفہيم القرآن)

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرِ ١٠ يہاں تک کہ تم نے قرستان جا دیکھے

اپنے مردوں کی قبریں گننے لگے اور فخر کرنے لگے، زیادہ ہونے کے فخر نے اور ایک دوسرے پر کثرت میں مقابلہ اور صد نے تمہیں اللہ تعالی کی اطاعت اور آخرت کے لیے عمل سے غافل کرکے اسیر بنالیا ہے "یہاں تک کہ تم قبر ستان تک پہنچ گئے " یعنی: کثرت کی طلب او ر فخر و مباہات کو اس حد تک تم نے آگے بڑھایا کہ تمہیں موت نے آلیا، اور اس حالت میں قبروں میں دفن ہوگئے، یا یہاں تک تم لوگو نے اسے آگے بڑھایا کہ اپنی کثرت دکھانے کیائے قبر ستان تک گئے ، اور مردوں کو شمار کرنے لگے، حدیث شریف میں ہے کہ: "پہرم ابن آدم، و يبقى معه اثنتان: الحرص والأمل "ترجمہ: " آدمى بوڑ ها بوجاتا ہے، لیکن دو چیزیں اس کے ساتھ باقی رہتی ہیں،ایک لالچ اور دوسری اس کی لمبی آرزوئیں" اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ: قبروں کی زیارت سنگدل لوگوں کے لیے شفا، بخش علاج میں سے ہے،کیونکہ یہ زیارت آخرت اور موت کو یاد دلانے والی ہے، اس لحاظ سے علماء مردوں کے لیے زیارت قبور پر اتفاق رکھتے ہیں، لیکن عورتوں کے لیے اس کے جواز میں اختلاف ہے، جوان عورتوں کا وہاں جانا حرام اور اللہ عمر عورتوں کے لیے مباح ہے، اگر عورتیں مردوں سے الگ قبروں کی زیارت کے لیے جائیں تو ان سب کے لیے جائز ہے، اگر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر جانے میں فتنے کا اندیشہ ہو تو جائز نہی<u>ں ہے ۔</u>

كَلَّاسَوْفَ تَعْلَمُونَ ٥٣ ﴿ كَانَ نَهِينَ، تَمَ عَنَقُريبَ جَانَ لُو كَے

غفلت اور دنیا پر فخر کرنے انجام جان لوگے، یہ سرزنش ہے انسانوں کے لیے ان کی کثرت طلبی پر، یعنی: اے انسانو! باز رہو اس چیز میں مشغول ہونے سے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس سے دوری اختیار کرو کیونکہ مستبقل میں الله کی بارگاہ میں آخر کار تمہیں اپنی جہالت اور عبادت میں کمی او ر عارضی دنیا میں مصروف ہوکر اپنے اور مستحکم گھر کو نظر انداز کرنے کا پتہ چل جائےگا ، یعنی بہت جلد تم پر واضح ہوجائے گا کہ آخرت اس جلد فنا ہونے والی دنیا سے بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

"کلا ": "ہاں، ایسا کام نہیں کرنا چاہیے تھا، اس فخرو مباہات کو چھوڑو "، " سَوْفَ تَعْلَمُونَ " جب قبر میں داخل ہو گے، اس وقت تم اس تکاثر اور تفاخر کی غلطی جان جاؤگے ، یعنی : اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ ترقی، خوشی اور کامیابی کا مفہوم ہے دنیا کے زیادہ سے زیادہ اسباب اور سہولتیں حاصل کرنا، حالانکہ کامیآبی ہر گزیہ نہیں ہے ، بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائےگا، اور جان لو گے کہ تم زندگی بھر کیا غلطی کرتے

پھر ہر گز نہیں، عنقریب جان لو گے

پھر ایسا نہیں ہے، بہت جلد جان جاؤ گے، یہ تکرار تاکید اور تشدید کے لیے ہے، اور ایک سرزنش کے بعد دوسری سرزنش ہے، یعنی بہت جلد ہی اس دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے میں تمہاری غلطی تم پر ظاہر ہوجائے گی ، اور دنیا میں مصروف رہنے اور اطاعت الہی سے منہ موڑنے کی برائی تم پر واضح ہوجائے گی، یعنی جب موت تم کو اپنے آغوش میں لے لیگی اور تم قبر میں دفن ہوجاؤگی اور اس کی دہشت اور سختی کا مشاہدہ کر لوگے، تو دولت کی فر او انی پر گھمنڈ كرنے كا انجام جان لوگے ، ابن عباس ٌ فرما تے ہيں : "كُلَّا سَوْفَ تَعْلَبُونَ " يعنى : جب آخرت میں عذاب سے دوچار ہوجاؤگے تو جان لو گے کہ اصل حقیقت كيابے ـ تفسير قرطبى: (20/176)-

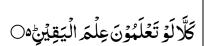
"كلا" "حقا" سرزنش كو منحرف خيالات اور طرز عمل كے خلاف دوہرايا جانا چاہیے، (کلا، ثم کلا، کلا) علما کے قول کے مطابق آبات کی تکرار قرآن میں دو دلیل کے بنا پرہوتی ہے:

- 1 اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ ایسا نہ کرو ، اور دنیا میں مشغول نہ ہوجاؤ (اپنا خیال رکھو کوئی تمہارے کام نہیں آئےگا)۔
- 2 دو آیتوں کے دو مختلف معانی ہوں ، دوسری آیت کا معنی الگ ہو، پہلی آیت دنیا اور دوسری آیت آخرت کی طرف اشاره کرتی ہو (کلا) پہلی آیت میں گناہوں پر سرزنش ہوگی، (سب سے پہلے دنیا میں گناہوں کے وجہ سے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے) کیونکہ گناہ کا ارتکاب کرنا خود پریشانی اور تکلیف کا باعث بنتا ہے۔

"کلا" دوسری آیت خدا کے اخروی عذاب کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ الله تعالی قیامت کے دن اور محشر کے دن عذاب میں مبتلا کرے گا، اور محشر پر اس کی وجہ سے، سورج کی نیش، جہنم کا خوف اور پل صراط پر کانٹے اور جہنم کی آگ سے عذاب دے گا۔







ہر گز نہیں! اگر تم یقینی علّم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)

تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)

یعنی :اگر تمہیں یقینی علم ہوتا، جیسا کہ دنیا کی قطعی اور یقینی چیزوں کا تمہیں علم ہے کہ کیا انجام تمہارے انتظار میں ہے، اور کس ٹھکانے پر جاؤگے، تو یقینا یہ علم تمہیں کثرت طلبی اور فخر کرنے سے باز رکھتا، اور دنیا کی طلب کبھی تمہیں اس عظیم کا م سے غافل نہ کرتی ۔

جواب (لو) آیت مبارکہ میں محذوف ہے ، اس وجہ سے کہ زیادہ خوف پیدا ہو ، یعنی اگر تمہیں معلوم ہوتا تو دنیا کی عزت و تکبر تمہیں دھوکہ نہیں دیتی اور آخرت کی پریشانی اور دہشت سے تم غافل نہیں ہوتے، جیسا کہ نبی نے فرمایا: "اگر تم جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے (یہ بخاری کی روایت کردہ حدیث کا حصہ ہے)، (از تفسیر صفوہ التفاسیر)۔ التسہیل میں ہے کہ : جواب (لو) محذوف ہے اور اس کی تقدیری عبارت یوں ہے : اگر تم جانتے ہوتے، تو بس کرتے ، اور آخرت کے لیے تیاری کرتے، (لو) کا جواب ڈر اور خوف ایجاد کرنے کے لیے محذوف رکھا گیا، تاکہ سننے والا اس کی تعریف کرے جسے وہ بڑا سمجھتا ہے، جیسے آیت : "وَلَوْ تَرْی اِذُوْقِفُوْا عَلَی النَّارِ" (التسهیل: 416/4)۔

" علم اليقين " يعنى : يقينى طور پر بوگاـ

" لَوْتَعُلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ" (اگر تم يقينى طور پر اپنى دولت كى فراوانى پر شيخى مارنے اور گهمنڈ كرنے كا انجام جانتے) مگر تمہيں تو ادنى سا علم بهى نہيں ہے ، يعنى : يقينى علم نہيں ركھتے ہو ، اگر علم اليقين بهى ہوتا تو تمہيں كافى ہوتا۔

یقینی علم وہ ہے جو حقیقت کے مطابق یقین سے پیدا ہو ، یا عینی مشاہدہ سے یا کسی قطعی اور مستحکم وجہ سے وجود میں آیا ہو، جس پر عقل صحیح یا رسول اکرم سے نقل ثابت اس پر دلیل ہو۔

لَتَرَوُنَّ الۡجَحِیۡمُرِ الۡ الۡمِحِیۡمُرِ الۡ الۡمِحِیۡمُرِ الۡمِحِیۡمُرِ الۡمِحِیۡمُرِ الۡمِحِیْمُ الۡمِحِی

مفسر آلوسی فرماتے ہیں: یہ پوشیدہ جواب قسم ہے جس پر وعید کو مؤثر اور دھمکی کو سخت کردیا ہے ، یعنی: پرورگار کی قسم تم دوزخ کی آگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، اور صاف صاف مشاہدہ کروگے، کیا تم نے ایسا کوئی عمل انجام دیا ہے جو نجات بخش ہو اور تمہیں دوزخ کی آگ سے بچاسکے اور اس سے دور کردے؟





ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ٥٠

پھر یقینا تم ضرور اسے یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے

البحر میں ہے کہ: اللہ تعالی نے "عین الیقین" لا کر اس وہم کو دور کردیا ہے کہ پچھلی آیت میں جس رؤیت کا ذکر کیاگیا ہے، وہاں مجازی معنی مراد لیا ہے (البحر: 508/8) یعنی: پھر تم دوزخ کو اس رؤیت کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے جو بالکل یقینی ہے، بعبارت دیگر: یہ ان کی جہنم میں ابدی زندگی کی خبر ہے ، یعنی: ان کی یہ رؤیت مسلسل ، مستقل اور بلا تعطیل ہے، ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ آیت پچھلی آیت میں ذکر شدہ سرزنش کی تفسیر ہے ، یعنی: "لَتَرَوُنَّ اللہِ عِیْمَ" حضرت ابن عباس قرماتے ہیں کہ: جب حضرت موسی کوہ طور میں تشریف فرما تھے ، تو ان کی قوم کے لوگ بچھڑے کی پرستش کرنے لگی ، الله تعالی نے موسی کو وہیں پر مطلع فرمایا کہ آپ کی قوم ایسی مصیبت میں گرفتار ہوگئی ہے، اس وقت ان کو اتنا اثر نہیں ہوا تھا جتنا قوم کے پاس آنے کے بعد ان کو دیکھ کر ہوا ، بے ساختہ انہوں نے الواح تورات کو زمین پر رکھا ، (رواہ احمد و الطبرانی بسند صحیح)۔

تم اس دن نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤگے

ثُمَّ لَتُسُّلُنَّ يَوْمَبِنٍ عَنِ النَّعِيْمِ ٥٠

پھر اس دن تم سب سے ان نعمتوں کے بارے باز پر س ہوگی جو تمہارے پاس تھیں، یعنی: دنیا کی ان نعمتوں کو شمار کرنے کے مقام پر جس نےتم سے آخرت کا کام بھلادیاتھا، پوچھے جاؤگے کہ کیا تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا کہ نہیں۔

"ثُمَّرُلُتُسَّئُنَّ" لام تا کید ابتدا میں اور نون ثقیله آخر میں، یه اس بات کی تاکید هے که لازمی طور پر تم سے پوچها جائے گا، "یَوْمَبِنِ" جس دن دوزخ کویقینی طور پر دیکھوگے، "عَنِالنَّعِیْمِ" وہ نعمتیں جن کے تم مالک ھو اور جن سے تم لطف اندوز ھوئے، جیسے : صحت، فراغت، راحت، کها نا، پینا وغیرہ، جو نعمتیں تمھیں عطا کی گئی ھیں قیامت کے دن ان کے متعلق تم سے پوچها جائے گا که کیا تم نے الله تعالی کا حق ادا کیا هے که نهیں؟ صحت مند جسم کے ساتھ الله تعالی کی عباد ت کی هے، اور مال و دولت سے زکوۃ ادا کی هے، مذکورہ بالانعمتوں کا جس نے شکر ادا کیا تو اسے نجات ملے گی، اور جس نے ان نعمتوں کا شکر ادا نهیں کیا تو مستحق عذاب ٹھھرے گا، ان نعمتوں کو الله تعالی کے دین کی خدمت اور اطاعت میں خرچ ھوناچاھیے، کیونکه ھم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا، اس سلسلے میں مذکور احادیث اس سوال کی عمومیت کے لیے مفید



ھیں، یعنی: تمام انسان به شمول مؤمن اور کافر کے سب سے پوچھا جائے گا، لیکن کفار سے سرزنش کے طور پر، کیونکه انھوں نے نعمتوں کا شکر ادا نھیں کیا، اور مؤمن سے سوال کرنا یه عزت کے لیے ہوگا، کیونکه وہ شکر گزار تھے۔

حدیث شریف میں ھے مدینہ میں حضرت عمر آنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور کھا: اے اللہ کے رسول! ھم سے کس نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا، جبکہ ھم تو اپنے گھروں سے بے دخل ھوئے ھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سایہ بان کے سائے کا درختوں او ردیگر چیزوں کے سائے کا جو آپ لوگوں کو گرمی، سردی سے محفوظ رکھتاھے، اور گرمی کے دن ٹھندے پانی کا سوال کیا جائے گا۔

اسی طُرح حدیث شریف ہے جو کہ ابن أبی شیبه نے احمد بن لبید سے روایت کی ھے ، کہتے ہیں: "جب سورہ تکاثر نازل ھوئی تو رسول الله صلی الله علیه وسلم نے صحابه کے سامنے تلاوت کی جب اس آیت پر پھنچے : "ثُمَّ لَتُسْتَلُنَّ یَوْمَبِنِ عَنِ النَّعِیْمِ " تو صحابه کرام نے پوچھا: اے الله کے رسول!

ھم سے کونسی نعمتوں کا پوچھا جائے گا، جبکہ ھمارے پاس پانی اور کھجور کے علاوہ کچھ بھی نھیں ھے، اور ھماری تلواریں ھمارے گلے میں لٹکی ھوئی ھیں، اور دشمن بھی سامنے ھیں؟ آخر وہ کونسی نعمت ھے جس کے متعلق ھم سے باز پُرس ھوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ پوچھنا ایک حقیقت ھے تبدیل نہیں ھوگا"۔

اسی طرح حدیث شریف میں ابن عباس رضی الله عنهما سے روایت میں آیاھے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: دونعمتیں ایسی ھیں که لوگ ان سے غافل ھیں: صحت ، اور فراغت، یعنی: اکثر لوگ ان دو نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کوتاھی کرتے ھیں، اور اپنا فرض ان کے متعلق پورا نهیں کرتے ، بس جس کے ذمے جو حق ھے اسے ادا نه کرے وہ درحقیقت نقصان اٹھانے والاھے۔

اسى طرح حديث شريف ميں يه روايت ابى برزه " كى هے كه رسول الله صلى الله عليه وسلم نے فرمايا: "لا تزول قدما العبديوم القيامة حتى يسأل عن أربع: عن عمره

فیم أفناه، وعن شبابه فیم أبلاه، وعن ماله من أین اکتسبه و فیم أنفقه، وعن علمه ماذا عمل به " (بند ے کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک بل نہیں سکیں گے جب تک که اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نه کیا جائے: اس کی زندگی کے بارے میں ، اس نے وہ کیسے گذاری، اس کی جوانے کے بارے میں ، کہ اس نے کس طرح گزاری، اس کے مال و دولت کے بارے میں ، کہ اس نے کس طرح گزاری، اس کے مال و دولت کے بارے میں ، کھاں سے حاصل کیا ؟ اور کھاں خرچ کیا ، او ر اس کے علم کے بارے میں که اس پر کیسا عمل کیا؟)۔

اسی طرح حدیث شریف میں مسلم اور اصحاب سنن سے مروی ھے که حضّرت ابو هريره " نے کھا: رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم اپنے گھر سے باہرنگلے تو حضرت آبوبکر " اور عمر اللہ سے ملے ، آپ نے پوچھا کہ: اس وقت کونسی چیز تمہیں گھروں سے باہر لے آئی ہے؟ ان دونوں نے کھا: بھوک نے یا رسول الله! رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ھے ، مجھے بھی یہی چیز باھر لائی ہے جو آپ دونوں کو باہر لائی ہے، پہر وہ دونوں آپ ؓ کے ساتھ ایک آنصاری کے گھر تشریف لے گئے، وہ شخص گھر پر نھیں تھا، جب اس کی بیوی نر رسول الله صلی الله علیه وسلم کو دیکها، توکها: خوش آمدید! رسول الله صلی الله علیه وسلم نے اس سے دریافت کیا که: فلاں (تیرا شو هر) کہاں ہے؟ عورت نے کہا: وہ همارے لیے میٹھا پانی لینے گیا ہے، اسی دوران وه انصاری آدمی پهنچ گیا، بنی صلی الله علیه وسلم اور آن کے دو دوستوں کی طرف نگاہ دوڑائی، اور کھا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ھیں: آج کسی کے پاس بھی مجھ سے زیادہ معزز مھمان نھیں ھیں، پھر رسول الله صلی الله علیه وسلم اور ان کے ساتھیوں کا گرم جوشی سے استقبال اور خود کھجوروں کے باغ میں گیا، اور کھجور وں کا ایک گچھا لایا جس میں پکی کچی دونوں قسم کی کھجوریں تھیں، ان کو کھجور کھانے کی دعوت دی ، پھر اس نے چھری لی، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: ایسا نہ ہو کہ کوئی دودہ والا جانور ذبح کردو؟ پھر اس نے ایک دنبه ذبح کردیا، جب سب نے دنبه کا گوشت اور کھجوریں کھائیں ، میٹھا پانی بھی پی کر سیراب ہوئے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے ابوبکڑ اور عمر "سے مخاطب ہوکر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ھے، یقینًا قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤگے ۔

اسلام میں فخر

نسب پر فخر کرنا جھالت کی بات ھے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے ان کاموں سے لاتعلقی اختیار کی ھے، الله کا فرمان ھے: "وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمُ فَوْقَ بَعْضِ کَرَجْتٍ " (سورہ زخرف: 32) اور ھم نے بعض کو بعض پر فوقیت دی)۔ اُس فوقیت سے مراد دنیاوی امور ھیں، کیونکه الله تعالی فرماتاھے: "وَقَالُوالُولَا نُرِّلَ هٰذَا اللهُ تُولُونَ دَمُتَ رَبِّكُ، وَقَالُوا اَنْ اَلْهُ اَلُولُا اَلْقُرُانُ عَلَى رَجُلِ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمِ اس الله الله الله علی و ماتاھے: "وَقَالُوالَولُا

مّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوقِ اللّٰنُیکا وَرَفَعُنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضِ دَرَجْتٍ لِّیَتَخِذَا بَعْضُهُمْ بَعْظًا سُغْرِیّاً • وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّهَا یَجْبَعُونَ ٣٠٥ " (سوره دزخرف: 32) ترجمه: "اور (یه بهی) کهنے لگے که یه قرآن آن دونوں بستیوں (یعنی مکه اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نهیں کیا گیا؟ کیا یه لوگ تمهارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے هیں ؟ هم نے آن میں آن کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کردیا اور ایک کے دوسرے سے خدمت لیں ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکه ایک دوسرے سے خدمت لیں اور جو کچھ یه جمع کرتے هیں تمهارے پروردگار کی رحمت اس سے کهیں بهتر هے "۔

ایک بندہ فقیر، دوسرا دولتمند، ایک بیمار، دوسرا صحت مند، ایک مضبوط طاقتور، دوسرا کمزور، آیت سے مرادیه هے۔

نسب پر فخر کرنا جاهلیت کے دعووں میں سے هے رسول الله صلی الله علیه وسلم نے ایسا کرنے والوں سے لاتعلقی کا اظهار کیا هے ، الله تعالی فرماتا ہے: " یَاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقُن کُمْ مِّن ذَکَرٍ وَّا اُنْنی وَجَعَلْن کُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَا بِلَ لِتَعَارَفُوْل وَ وَالوں سے الاتعلقی کا اظهار کیا هے ، الله تعالی فرماتا ہے: " یَایُّها النَّاسُ اِنَّا خَلَقُن کُمْ مِّن ذَکْر وَّا اُنْنی وَجَعَلْن کُمْ شُعُوبًا وَّقَبَا بِلَ لِتَعَارَفُول وَ وَالوں الله عَلِيمُ خَبِيرُوں " (حجرات: 13)" لوگو! هم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمهاری قومیں اور قبیلے بنائے تا که ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ تا که ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ

تا که ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ هے جو زیادہ پرهیزگار هے بیشک خدا سب کچه جاننے والا (اور) سب سے خبردار هے "، قوم قبیلے بنائے کا مقصد ایک دوسرے کو پہچاننا هے نه که فخر کرنا۔

شیخی مارنا اور گهمند کرنا

اخُلاقی برائیوں میں سے ایک بہت ھی بُری انسانی خصلت فخر اور گھمنڈکرناھے، فخر سے مرادیہ ھے کہ کوئی شخص دوسروں کے سامنے گھمنڈکرتاھے، اپنے اند رمحسوس ھونے والے غیر حقیقی یا حقیقی کمالات کی وجہ سے، اور ان پر فخر کرتاھے، فخر تکبر کا ایک حصہ ھے، یا اس کی ابتدا تکبر سے ھوتی ھے، اس لحاظ سے جتنی آیات اور روایات تکبر کے بارے میں آئی ھیں وہ شیخی مارنے کو بھی شامل ھیں، فخر یا شیخی مارنا جھالت اور نادانی کی جڑھے، جیسا کہ تکبر بھی جڑھے، اس لیے جاھل انسان نہ کمالات کو پھچانتاھے، نہ ھی کمال کی اصل علت کو، اس وجہ سے وہ بعض خامیوں کو کمال سمجھتاھے، اور اپنے خیالی کمال پر فخر کرتاھے، یا اپنے اندر موجود کمالات کو اپنی تخلیق سجھتاھے، اور وہ کمال کے ماخذ و منشأ کو بھول جاتا ھے، جو کہ خدا تعالی ھے ، چانجہ یہ دونوں خصوصیات جھالت کا حصہ ھیں۔

حضرت على رضى الله عنه فرماتے هيں: " الاَحُمُقَ اَعْظَمُ مِنَ الْفَخْرِ " (دوسروں پر شيخى مارنے سے بڑى حماقت كوئى نهيں) - شيخى مارنے كا علاج

اخلاقی برائیوں کا علاج اور روک تھام اس وقت ممکن ھے کہ جب ان میں مبتلا شخص اسے واقعی برائی سمجھے او رذاتی طور پر اس کے علاج کے لیے اقدامات کرے، ورنه اس مرض کا علاج معالجه ناممکن ھوجائے گا، کیونکه جو لوگ اس مرض میں مبتلا ھیں وہ اسے اخلاق حسنه کے زمرے میں شما رکرتے ھیں، اور اس نکته پر توجه نھیں کرتے که: "أکبرالفخر ألاتفخر" ھے، اسی لیے گھمنڈ سے روکنا ممکن نھیں

اس بنا پر علمائے کرام کا کھنا ھے کہ علاج کا پھلا مرحلہ یہ ھے کہ جو شخص اس مرض میں مبتلا ھو اسے یہ سمجھایا جائے کہ یہ خصلت اخلاقی برائیوں میں سے ھے ، اسے علاج معالجہ کی کوشش کرنی چاھیے ، مرض کے علاج کا دوسرا مرحلہ یہ ھے کہ : اس مرض میں مبتلا شخص میں اس مرض کے عامل او رسبب کی تشخیص کی جائے ، مطلب یہ کہ جو شخص گھمنڈ کرر ھاھے اس کے پاس کیا ھے ، جس کی وجہ سے اس میں یہ بری صفت پیدا ھوئی ھے ؟ یا اس چیز کی وجہ سے ھے جوصرف اس میں یہ بری صفت پیدا ھوئی ھے ؟ یا اس چیز کی وجہ سے پرکہ وہ گھمنڈ کرتاھے، یا جو کچھ دوسروں میں بھی ہے، جیسے: حسب و نسب اور رشتہ داروں کی نیکی و فضیلت پر شیخی مارنا، اگر پھلا ھے تو اس میں اس کا کوئی کردار نہیں ھے، جیسا کہ خدا تعالی نے جو حسن دے تو اس میں اس کا کوئی کردار نہیں ھے، جیسا کہ خدا تعالی نے جو حسن دے کر قدرت نمائی کی ھے اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ھے ، دوسری بات کہ پھلے نطفہ اور گندہ پانی تھا ۔

دوسرے حصے میں ، جیسے: دولت اور طاقت ، سب سے پہلے اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ایک دربان ہے ، اور اپنے وارثوں کے لیے ذخیرہ اندوزی کررہاھے، دوسرے لوگ اس کا یہ مال کھائیں گے، وہ اپنا حساب چکائے گا، یہ بات قابل فخر نہیں ہے، اور دوسری بات اسے معلوم ہوناچاھیے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالی کی قدرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے، فخر کم ظرفی اور تنگ نظری کی وجه سے ہوتاھے، وہ شخص جو اپنے کم سے کم مال پر فخر کرتاھے اور دوسروں کے مھنگے مال کو نہیں دیکھتا کہ، اس کی نہیں دیکھتا کہ، اس کی

صلاحیت بھی ایک معمولی چیزہے اور وہ بھی خیالی ہے مگر اس نے پھر بھی اسے اکڑ میں رکھا ھے، ایسے شخص کو اپنے حال پر افسوس ھوناچاھیے که او روں نے سترشھر عشق کی سیر کی ھے، لیکن ھونٹوں پر سکوت کی مہر لگا رکھی ہے، لیکن وہ کسی گلی کے موڑپر کھوگیاہے، اور اپنی منزل کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھایا، اور کوئی فضیلت بھی حاصل نہیں کرسکا، اس کی آواز انکر الاصوات ہے جو گھمنڈ کے ساتھ اونچی ھے، اور کھوکھلے ڈرم کی طرح بج رہاہے۔

علم اليقين كيا هے؟ اور كن لوگوں كے ليے مخصوص هے؟ علم اليقين كيا هوضوع جس كا ذكر سورة "تكاثر" آيت: 5 ميں كيا گياهے، " كَلَّالُوْ تَعُلَّمُونَ عِلْمَ الْيقِينِ" ترجمه: بر كز نهيں! اكر تم يقيني علم كى حيثيت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)۔

اگر علم الیقین اس طرح جان آو جیساً که دنیا کی قطعیات اور یقینیات کو جانتے ہوکہ کونسی قسمت تمہارا انتظار کررھی ھے اورتم کھاں جارھے ہو بلاشبہ یہ سوچ آپ کو کثرت طلبی اور فخر کرنے سے روکے گی، اور دنیا کبھی تمہیں ایسے عظیم کام سے غافل نھیں کرے گی، علم یقین ایک ایسا علم ھے کہ جو حقیقت کے مطابق اعتقاد اور یقین سے پیدا ھواھو، اور معروضی مشاہدے سے یا کسی قطعی اور مستحکم دلیل سے نکلاہو جو عقل صحیح یا رسول الله صلّی الله علیه وسلم کی روایت اس پر دلالت کرے، علم یقین وہ نہیں ھے جو اہل تصوف کے ہاں تصور ھے کہ وہ ایک مقام ومرتبه ہے جسے آنسان حاصل کرسکتاھے، اور پھر اس کے ذمے سے شرعی فرآئض ساقط هوجاتےہیں، کیونکہ وہ کھتے ہیں کہ خدا تعالی فرماتا هے: " وَاعْبُدُرَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيكَ الْيَقِيْنَ ١٩٥٥ (سورة الحجر: 99) ترجمه: "اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک که تمهیں علم الیقین آجائے "۔

یه در حقیقت قرآن کریم کے معنی کی تحریف ھے، کیونکه وہ کھتے ھیں کہ مکلفیت صرف اس وقت تک ہے جب تک آدمی علم الیقین کے درجہ کو نه پہنچ جائے، لیکن جیسے ھی وہ اس درجه کو پہنچ جائے تو شرعی فرائض اس سے ساقط ہو جاتے ہیں ، جبکہ علم الیقین کا صحیح مفہوم اس آیت میں موت ہے، یعنی اس وقت تک عبادت کرو جب تک زندہ ہو، یه آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت جیسے: نماز وغیرہ انسان پر اس وقت تک فرض ہے ، جب تک اس کی عقل کام کرتی ہے، لهذا مؤمن کو چاھیے که چاھے جس جسمانی کیفیت میں ہو اپنی حالت کے مطابق نماز پڑھے، جیساکہ حدیث شریف میں آیاھے کہ: "کھڑے ھو کر نماز پڑھو، اور اُگر نہیں کرسکتے تو بیٹہ کر، اگر نہیں کرسکتے تو اپنی پہلو پر" اس لیے یہ آیت تصوف کی بات کو غلط ثابت کرتی ہے جو کھتے ھیں: "یقین" سے مراد اس آیت میں "معرفت" ہے ؛ لہذا ان کے نزدیک معنی یہ ہے کہ اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کرو ، جب تک که تم علم اور معرفت کی حد کو نہ پہنچ جاؤ، پس جب ان میں سے ایک - ان کی رائے میں - علم کی حد کو پہنچ جائے، تو شرعی فرائض اس سے ساقط ہوجائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رائے – جیسا کہ ابن کثیر نے کہا - کفر گمراہی اور جھالت ہے، کیونکہ با وجود اس کے کہ انبیاء اور ان کے اصحاب سب سے زیادہ خدا اور اس کے حقوق کے بارے میں جاننے والے تھے، اس کے باوجود وہ اپنی موت تک خدا کی عبادت میں مصروف اور نیک اعمال کرنے میں سب سے زیادہ متقی اور محتاط تھے، خدا تعالی کے بارے میں ان کے علم کے کمال نے انھیں اپنے فرائض اور عبادت سے کبھی نھیں روکا، بلکه عاجزی ، خشوع ، دعا میں ان کی محنت اور بڑھ جاتی تھی، صوفیاء کے اس جھوٹے قول کی تردید میں ایک اور آیت کی گواهی لے سکتے هیں، جو اهل جهنم کی زبانی هے، خداتعالی كرمتعلق فرماتر هيں:" إلَّا أَصْحَبَ الْيَمِيْنِ٥٣٥ فِي جَنَّتٍ ٥٠ يَتَسَاءَلُونَ٥٠٠ عَنِ الْمُجْرِمِيْنُ ١٠٥ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ١٠٠ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلَّيْنُ ٥٣١ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنِ ٢٠٠٥ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَايِضِيْنَ ٢٠٥ وَكُنَّا نُكَنِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ٢٠٥ حَتَّى الْيَقِيْنَ ١٠٥٥ " (سورة المدثر: 39 تا 74). (مگر دائيں طرف والے جنتونميں سوال كريں گے مجرموں سے تمھیں کس چیز نے دوزخ میں ڈال دیا؟ وہ کھیں گے: ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے، اور نه هم مسکین کو کھلا تے تھے، هم بیهوده بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر فضول بحث کیا کرتے تھے، اور ھم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے ، یہاں تک که همارے پاس یقین آگیا) یقین سے مراد موت ھے اس آیت میں ۔ یقین کے بارے میں قرآن مجید میں تین جملے ہیں" (1)علم الیقین ، (2) حق اليقين ، (3) عين اليقين ، خدا تعالى فرماتے هيں : "إِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ٩٥٠" (سور ه واقعه: 90) " كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ٥٥" (التكاثر: 5) ثُمَّ لَتَرَوُمَّهَا عَيْنَ الُيَقِينِ ٤ (التكاثر: 7) علم اليقين سے مراد وه خبر هے جس كا اظهار معتبر

اور سچے لوگوں نے کیا ہو، اس طرح کہ اس کی صداقت یا وجود میں کوئی شک نه ہو، عین الیقین اس وقت ہے جب وہ سنی ہوئی خبر کو

دیکھے، اور حق الیقین اس وقت ھے جب اس خبر کو جانچے اور چھوئے

18

، مثلاً: اگر معتبر اور دیانتدار لوگ کهیں که شهد میٹها هے، یه علم ایقین کی طرح هے، که ایک آدمی یقین کرتاهے که شهد نام کی کوئی چیز هے ، جس کا ذئقه میٹهاهے، اور جب وه اسے دیکھتا هے تو عین الیقین کی کے درجه پر پهنچ جاتا هے، اور جب وه اسے پیتاہے تو حق الیقین کی درجه پر پهنچ جاتا هے، پس الله تعالی نے جس جنت کا ذکر انبیاء کی زبان سے مؤمنین کے لیے کیا هے، وه علم الیقین هے، کیونکه ان کو یقین هے که آخرت میں ایک ابدی نعمت هے جسے جنت کهتے هیں، اور جب وه اسے دیکھیں گے عین الیقین کے درجے پر پهنچیں گے اور جب جنت میں داخل هوں گے اور جنت کی لذتوں سے لطف اندوز هوں گے جسے جس کے بارے میں انهیں بتایا گیاتها، پھر اسے دیکھا، اور اس کا مزه حکھا۔

مسلمان بھائی پر مسلمان کے حقوق

ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے حقوق اور فرائض پریقین رکھتاھے، وہ اپنے مسلمان بھائی کے حقوق کا احترام اور ان کی ادائیگی کا خود کو پابند سمجھتا ھے، مسلمان کو یقین ھے که دوسرے مسلمان بھائی کا احترام اور حقوق کی ادائیگی خدا کی عبادت اور قرب الٰھی ھے، جو مسلمان کو خدا سے نزدیک کرتاھے، کیونکہ ان حقوق کو خدانے واجب کیاھے، اس لیے خدا کا حکم سمجھتے ھوئے ان کا لحاظ کرنا چاھیے، یہ آداب اور حقوق نیچے بیان کے گیے تشریح کے مطابق ھیں:

1 - جب کسی مسلماً بھائی سے ملاقات ہو تو سب سے پہلے اسے سلام کرنا چاہیے، اور کھے: "السلام علیکم ورحمة الله" اور اس سے مصافحه

كرے، سلام كا جواب ايسے دينا چاهيے " وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته "

، كيونكه خدا تعالى فرماتاهے: " وَإِذَا حُييتُمْ بِتَحِيةٍ فَحَيوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْرُدُوهَا " (النساء: 86) ترجمہ: "اور جب تم كو كوئى دعا دے تو (جواب ميں) تم اس سے بهتر (كلمے) سے (اسے) دعا دو يا انهيں لفظوں ميں سے دعادو "۔

2 - جب مسلمان بھائی کو چھینک آئے تو وہ: الحمد لله کھے، اس کے چھینک کے جواب میں: "یرحمالله" (خدا تجھ پر رحم کرے) کھے ، اور چھینک کے والا اس کے جواب میں کھے: "یہدیکم الله ویصلح بَالکُمُ الله ویصلح بَالکُمُ الله ویصلی دے اور تمھارا حال درست کرے)۔





- 3 جب مسلمان بیمار ہوجائے تو دوسرا مسلمان بھائی اس کے لیے دعا کرے، اور اس کی عیا دت کرے، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے: "مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: (1) سلام کا جواب دینا، (2) بیمارکی عیادت کرنا، (3) جنازه میں شرکت کرنا (4) دعوت قبول كرنا ، (5) چهينك كا جواب دينا (متفق عليه) ـ
- 4 مسلمان کا مسلمان پر یه حق هے که جب وه فوت هو جائے تو نماز جنازه اور تکفین و تدفین کے معاملات میں شرکت کر ہے۔
- 5 جب بھی کوئی مسلمان بھائی کسی مسلمان بھائی سے کسی مسئله میں مشورہ کرے اور کسی خیرونیکی کی تلاش میں ہو، تو ضروری ہے که اسے نیکی اور خیرکا راسته بتائے اور اسے مفید رہنمائی فراھم کرے، یعنی: جس قسم کے مشورے کو وہ شخص اپنے لیے مفید سمجھتاھے ، وہ مشورہ لینے والے شخص کو بھی دے۔
- 6 جو کچھ ایک مسلمان آپنے لیے پسند کرتاھے اسے دوسرے مسلمان کے لیے بھی پسند کرے، اور ہر وہ چیز جو اپنےلیے پسند نھیں کرتا وہ دوسرے مسلمان کے لیےبھی پسند نھیں کرے ، کیونکه رسول اللہ صلی الله عليه وسلم نے فرمايا: "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُ كُمْ حَتَّى يَجِبِّ لِأَخِيهِمَا يَجِبُّ لِنَفْسِهِ وَيكُرَهُ لَهُمَا یکر کُولِنَفْسِهِ" ترجمه: "تم میں سے کوئی شخص ایماندار نه هوگا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ نہ چاھے جو اپنے لیے چاھتاھے اور وہ چیز اس کے لیے بھی ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتاھے "۔
 7 - ایک مسلمان کے لیے پر ضروری ھے کہ دوسرے مسلمان کی ضرورت
- اور حاجت کے وقت مدد کرے، اور آسے بے یار و مددگار نہ چھوڑے
- 8 ایک مسلمان کو چاهیے که دوسرے مسلمان کو هراساں نه کرے، اور کسی مسلمان کے مال ، عزت او رناموس پر حمله کرنے سے باز رهے، كيونكه حديث ميں هے: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسلِمِ حَرامٌ، دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ" (مسلمان کی تمام چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام اور قابل احترام هیں : مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ھے" (مسلم)۔
- 9 ایک مسلمان کو چاہیےکہ دوسرے مسلمان کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے، اور شیخی نه مارے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے که وہ دوسرے مسلمان کو اس مباح جگہ سے اٹھائے جس پر وہ پھلے سے بيتُها هے، اور اس کی جگه خود بیتُه جائے ، "وَلَا تُصَعِّرُ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي



10 - کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں که وہ کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ مدت تک تعلق منقطع رکھے۔

اور فرماتا هے: "يَاكُهُا الَّانِيْنَا مَنُوْا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَلَى اَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا تَلْبِرُوْا الْفُسُكُمْ وَلَا تَنَابَرُوا بِالْاَلْقَابِ • فِيمَا الْفُسُوقُ بَعْنَى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ • وَكَنَ لَّمْ يَتُبُ فَأُولَبِكَ هُمُ الظَّلِمُوْنَ االَّ الْمُعُالِقُابِ • وَمَنْ لَّمْ يَتُبُ فَأُولَبِكَ هُمُ الظَّلِمُوْنَ اللَّ السوره بِغُسَ الْاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْنَى الْإِيمَانِ • وَمَنْ لَّمْ يَتُبُ فَأُولِبِكَ هُمُ الظَّلِمُوْنَ اللَّ السوره حجرات: 11) ترجمه: "مؤمنو! كوئى قوم كسى قوم سے تمسخر نه كرے ممكن هے كه وه ان سے بهتر هوں اور نه عورتیں عورتوں سے (تمسخر كريں) ممكن هے كه وه ان سے اچهى هوں اور اپنے (مؤمن بهائى) كو عیب نه لگاؤ اور نه ایک دوسرے كا برا نام (ركهو) ایمان لانے كے بعد برا نام ركهنا گناه هے اور جو توبه نه كريں وه ظالم هيں "۔

12 - کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ھے که دوسرے مسلمان بھائی کی برائی کرے، چاھے مردہ ھو یا زندہ ۔

13 - کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ھے که وہ دوسرے مسلمان سےحسد، بغض رکھے اور اس پر شک کرے، اور اس کی جاسوسی کرے، کیونکه حضور نبی اکرم صلی الله علیه وسلم کا ارشاد ھے: آپس میں حسد، بغض اور رنجش نه رکھو، ایک دوسرے سے منه مت موڑو، اور ایک



- دوسرے کے لین دین میں دخل نه دو، اے الله کے بندو بھائی چارے سے رھو (مسلم)۔
- 14 کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ھے کہ وہ دوسر ےمسلمان کو دھوکہ دے، اور اسے بچھاڑنے کی کوشش کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی دوسرے مسلمان کے خلاف ہتھیار اٹھائے، اور جو مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے در پے ھو وہ ھم مسلمانوں کی جماعت میں سے نہیں ھے (مسلم)۔
- 15 مسلمان اپنے عہد کا وفا دار ہوتاہے ، کیونکہ الله تعالی فرماتا ہے: " يَاكُيُهَا الَّذِيْنَامَنُوَ الْوَفُو ابِالْعُقُودِ ٠٠ (مائدہ: 1) ترجمه: "اے ایمان والو! اپنے عہد معاہدے کو پوراکرو "۔
- 16- هرمسلمان پر لازم هے که وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرے او ران کے ساتھ وهی سلوک کرے جو وہ اپنے لیے چاهتاهے۔
- 17- آیک مسلمان کو چاهیے که دوسر مسلمان کی لغزشوں سے درگزر کرے، ان کے عیبوں کو چھپائے ان کے راز فاش کرنے کی کوشش نه کرے، اس لیے که رب تعالی فرماتا هے: "فَاعُفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحُ اللّٰهَ لَهُ کَرے، اس لیے که رب تعالی فرماتا هے: "فَاعُفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحُ اللّٰهَ لَهُ کَرے، اس لیے که رب تعالی فرماتا هے: "فَاعُفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحُ وَاصْفَحُ وَاللّٰهَ لَهُ کَرِدُو اور لُحُجُسِنِیْنَ" (المائدہ: 13) ترجمه: "تو ان کی خطائیں معاف کردو اور (ان سے) درگزر کرو که خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا هے "
- 18 هرمسلمان پر واجب هے کہ ضرورت پڑنے پر اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے، اس کی ضرورت پورا کرنے میں اس کے ساتھ تعاون کرے، کیونکه الله تعالی فرماتے هیں :"وَتَعَاوَنُوْاعَلَی الْبِرِّ وَالتَّقُوٰیُ ·○" (المائدہ: 2) ترجمه:" اور (دیکھو) نیکی اور پر هیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو "۔
- 19 جب بھی کوئی مسلمان اللہ تعالی کی خاطر کسی دوسرے مسلمان کے پاس پناہ لیے، تو اس کو پناہ دینا چاھیے۔
 - سورة تكاثر كا پيغام
- 1 زیادہ دولت کی طلب اور گھمنڈ کی خواہش انسان کو فضول کا موں کی طرف لیے جاتی ہے ، " اَلُهٰ کُمُ التَّکَاثُو"۔
- 2 زیادہ طلب کرنا قیامت کے حساب سے غفلت کا سبب ہے ، (اَلَهٰکُمُ التَّکَاثُرُ " لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَبِنِ عَنِ النَّعِیْمِ النَّعَ النَّهُ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلْعَ الْعَلَيْمِ الْعَلَقَ الْعَلَقِ الْعَلَقِ الْعَلَقَ الْعَلَقُ الْعَلَقُ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقِ الْعَلَقِ الْعَلَقَ الْعَلَقِ الْعَلَقُ الْعَلَقَ الْعَلَقِ الْعَلَقُ الْعَلَقُ الْعَلَقَ الْعَلَقِ الْعَلَقِ الْعَلَقِ الْعَلَقَ الْعَلَقُ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقُ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقُ الْعَلَقُ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقُ الْعَلَقُ الْعَلَقَ الْعَلَقَ الْعَلَقُ الْعَلَقُ الْعَلَقُ الْعَلَقُ الْعَ

- 3 زیادہ طلب کرنے کی خواہش کا دائرہ مرنے والوں کی گنتی تک جاتا رهر كا "حَتَّى زُرْتُمُ الْبَقَابِرَ"-
- 4 قیامت کے حالات سے ناواقفیت لوگوں کو گمراہ کردیتی ہے، "اَلْهٰکُهُ التَّكَاثُرُ.. كَلَّالَوُ تَعْلَمُونَ "-
- 5 منحرف خیالات اور طرز عمل کے خلاف انتباہ کو دھرایا جانا چاھیے، " كِلَّا، ثُمَّ كُلًّا ،كُلًّا"-
- 6 ـ ایمان اور یقین کے ذریعه انسان مستقبل کو دیکھ سکتاھے ، "کُؤتَعُلَمُؤنَ عِلْمَر الْيَقِيْنِ، لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ"-
- 7 جاهلیت کی ثقافت میں مقدار اور تعداد آبادی میں اتنی قیمتی تھی که مُردے بھی شما ر میں لائے جاتے تھے، "حَتّٰی زُرۡتُمُ الْمَقَابِرَ"۔
- 8 زیادہ طلب کرنے، اور فخر کرنے کی سخت سزا ہے (اَلُهٰ کُمُ التَّکَاثُرُ... لَتُرَوُنَ الْجَحِيْمَ".
- 9 انجام کے بارے میں سوچنا فخر کرنے میں رکاوٹ ہے،"گلاسوف تَعُلَمُون".
- 10 قیامت کے خطرناک حالات سے بچنے کے لیےیقین اور حقائق جاننے كى كوشش كرنى چاهيے "لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِيْن، لَتَرَوُنَّ الْجَعِيْمَ"-
- 11 جو لوگ دنیا میں منہمک رہتے ہیں وہ کبھی یقین کے درجے کو نھیں پهنچ سكتے "لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ"-
 - 12 ایمان اور یقین کے درجات ہیں: "عِلْمَرالْیَقِیْن ... عَیْنَالْیَقِیْن" -
- 13 قیامت کے دن کا حساب ان نعتوں اور سھولتوں کی بنیاد پر ھے جو الله تعالى نے هر ايک كو دى هيں، اس ليے هر آيک دوسرے سے مختلف هيں " لَتُسَّلُنَّ يَوْمَبِنِ عَنِ النَّعِيْمِ "-

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم





Get more e-books from www.ketabton.com Ketabton.com: The Digital Library